محمد اسحاق بھٹی

فتاویٰ ابراہیم شاہی

(حصہ عربی)

(۲)

اگر چرواہے سے ایک گائے بھاگ جائے

باب ضمان الاجیر میں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر چرواہا جنگل میں مویشی چرا رہا ہو اور مویشیوں کے ریوڑ سے ایک گائے بھاگ جائے تو اس کی قیمت اور ضمانت کی کیا صورت ہو گی۔ الفاظ یہ ہیں:

راعی بقرة نفرت عنه بقرة فلم يدركها وخاف على البقية الضياع، لا يضمنها[1]

اگر چرواہا گائیوں کا ریوڑ چرا رہا ہے۔ ایک گائے بھاگ جاتی ہے اور وہ اس پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ اگر اس کے پیچھے دوڑتا ہے تو دوسری گائیوں کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس صورت میں وہ اس بھاگی ہوئی گائے کا ذمہ دار نہ ہو گا۔

اگر گائے بیمار ہو جائے

سراجیہ کے حوالے سے مصنف لکھتے ہیں:

اگر گائے اتنی بیمار ہو جائے کہ اس کے جلدی ذبح نہ کرنے کی صورت میں مر جانے کا خطرہ ہو تو چرواہا اسے ذبح کرنے کا مجاز ہے مالک اس سے کسی قسم کی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر وہ ذبح نہیں کرتا اور وہ مر جاتی ہے تو بھی مالک اس سے کچھ مانگنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کا حق نہیں رکھتا۔[2]

---

[1] ورق ۱۶۷ ب

[2] ورق ۱۶۷ ب

اگر مالک اور چرواہے کے درمیان اختلاف ہو جائے

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چرواہا ایک گائے یا بکری ذبح کر لیتا ہے۔ یا وہ اس کی تحویل میں مر جاتی ہے۔ اب چرواہا کہتا ہے میں نے اس کو اس لیے ذبح کیا ہے کہ یہ اتنی بیمار ہو گئی تھی کہ اگر اس کو ذبح نہ کیا جاتا تو اس کا مر جانا یقینی تھا۔ یا یہ مر گئی ہے اور کسی تکلیف سے مری ہے لیکن مالک اصرار کرتا ہے کہ یہ گائے یا بکری تندرست تھی، چرواہے نے اس کو بلا وجہ ذبح کر دیا ہے۔ یا یہ کہ یہ اپنی موت نہیں مری، اس نے ڈنڈے مار کر یا کسی اور ذریعے سے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں اس بات پر دونوں میں اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں چرواہے کی بات کو صحیح قرار دیا جائے گا: وان اختلف الراعی وصاحب الغنم فالقول قول الراعی[1]

اگر دھوبی سے کپڑے ضائع ہو جائیں

اس بحث میں ایک سوال یہ بھی سطحِ ذہن پر اُبھرتا ہے کہ اگر دھوبی سے کپڑے گم ہو جائیں یا جل جائیں یا اس درجہ خراب ہو جائیں کہ قابل استعمال نہ رہیں تو دھوبی پر اس کی ذمہ داری عائد ہو گی یا نہیں اور دھوبی سے ان کپڑوں کی قیمت وصول کی جائے گی یا نہیں۔ اگر کی جائے گی تو کتنی؟ مصنف فتاویٰ، التجرید کے حوالے سے ابن سماعہ کی روایت سے امام محمدؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ دھوبی کو ان کپڑوں کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا اور اس سے ان کی قیمت وصول کی جائے گی۔ کیونکہ یہ کپڑے اس کی وجہ سے اور اس کی تحویل میں گم یا ضائع ہوئے ہیں اور وہ اپنے کام کی اجرت وصول کرتا ہے اس سے اُن کی پوری قیمت لی جائے گی۔ لیکن امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں ان کپڑوں کی اصل قیمت سے آدھی قیمت وصول کی جائے گی۔

عن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ ان علی القصار نصف القیمۃ باعتبار الاول[2]

مزارعت کے سلسلے میں

کتاب المزارعۃ میں مصنفِ فتاویٰ نے زراعت، مزارع اور صاحبِ زمین کے سلسلے کی بہت سی تفصیلات بیان کی ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ اگر مالکِ زمین، مزارع کو ایک سال کے لیے زمین کاشت کے لیے دے اور مزارع ایک سال گزرنے کے بعد مالک کی اجازت کے بغیر دوسرے سال بھی اس میں کاشت شروع کر دے،

---

[1] ورق ۱۶۷ ب

[2] ورق ۱۷۰ الف

جب کہ مالک اس کو دوسرے سال کے لیے زمین کاشت کے لیے دینے پر تیار نہ ہو۔

مزارع اور مالکِ زمین کے درمیان اس سلسلے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو مصنف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ معاملہ عدالت میں جائے گا۔ عدالت یہ دیکھے گی کہ اس سلسلے میں اس گاؤں یا اس علاقہ کا عُرف اور رواج کیا ہے۔ اگر وہاں کے لوگ آئندہ سال کے لیے بغیر مالک کی اجازت کے کاشت کاری شروع کر دیتے ہوں تو فیصلہ مزارع کے حق میں ہوگا اور اگر عُرف و رواج مالکِ زمین سے اجازت کا ہو تو مالک کو حق بجانب ٹھہرایا جائے گا۔ لیکن آئندہ سال کی کاشت شروع کرنے میں مزارع کے جو اخراجات ہوئے ہیں، وہ بہر حال مالک کو ادا کرنا پڑیں گے۔ نیز مزارع کو زمین کی کاشت سے جبراً علیحدہ نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ معاملہ باہمی رضامندی سے طے پائے گا۔[1]

عادل حکومت کی تعریف

کتاب الجنایات میں "فصل فی تفسیر حکومۃ العدل" میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ عادل و منصف حکومت کی کیا تعریف ہے مصنف لکھتے ہیں: عادل حکومت وہ ہے جس کے نزدیک بحیثیت رعایا کے حاکم و محکوم اور غلام و آزاد میں کوئی فرق نہ ہو۔ اور کوئی شخص نان و نفقہ کے باعزت حصول اور بہتر اجرت کی تلاش میں کسی کا دستِ نگر اور محتاج نہ ہو۔ عادل حکومت کی ایک تعریف یہ ہے کہ کوئی کسی کو ناروا تنگ نہ کرے، نہ کسی پر ظلم کرے اور یہ کہ ملک کا حکمران طبقہ سزا دینے میں ظالم کی رعایت نہ کرے۔ نیز اس میں نہ تو ایک ہی چیز کی دو قیمتیں ہوں اور نہ اشیائے صَرف کی قیمتوں کی سطح غیر متوازن ہو۔ اس حکومت کے قاضی اور اربابِ حل و عقد، ملک کے اہلِ بصیرت اور باشعور طبقہ کو ملکی معاملات سے متعلق مشوروں میں باقاعدہ شریک رکھیں اور یہ خیال رکھیں کہ کوئی کسی کو کسی وجہ سے ذلیل و رسوا نہ کرسکے۔ یہ بھی عادل حکومت کے فرائض میں داخل ہے کہ اگر کوئی طبقہ چیزوں کی قیمتوں میں اپنے فائدے کی خاطر کمی بیشی کرے تو اس کو اس قدر سزا دے کہ وہ دوبارہ اس قسم کے اقدام کی جرأت نہ کرسکے۔[2]

---

[1] ورق ۱۷۳ الف

[2] ورق ۲۰۸ ب ، ۲۰۹ الف

وہ بوسیدہ دیوار جو گزرگاہِ عام کی طرف جھکی ہو

فتاویٰ ابراہیم شاہی کے طویل مضامین میں سے ایک "کتاب الجنایات" ہے۔ کتاب کا یہ حصہ متعدد ذیلی اور ضمنی ابواب میں پھیلا ہوا ہے۔ اس میں ایک باب کا عنوان ہے: "باب الحائط المائل" اس میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر کسی مکان کی دیوار شکستہ اور بوسیدہ ہو اور گزرگاہِ عام کی طرف جھکی ہو، وہ گر جائے تو نقصان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی۔ فتاویٰ کے مصنف ہدایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اذا مال الحائط الی طریق المسلمین فطولب صاحبه بنقضه واشهد علیه فلم ینقضه فی مدة یقدر علی نقضه حتی سقط، یجب علیه ضمان ما تلف به من نفس او مال۔ وفیها ایضاً و یستوی ان یطالبه بنقض ذلک مسلم او ذمی لان الناس کلهم شرکاء فی المرور۔ فیصح التقدم الیه من کل واحد منهم رجلا کان او امرأة، حرا کان ومکاتبا۔ ویصح التقدم الیها عند السلطان وغیره[1]۔

اگر کسی کی دیوار مسلمانوں کی عام گزرگاہ کی طرف جھکی ہو اور اس کے مالک سے گواہوں کی موجودگی میں اس کے گرا دینے کا مطالبہ بھی کیا جا چکا ہو لیکن اس کی خطرناک بوسیدگی و شکستگی کے باوجود اس نے اسے گرایا نہ ہو یہاں تک کہ وہ خود گر پڑی ہو تو اس کی وجہ سے جو مالی و جانی نقصان ہوا ہے، دیوار کا مالک اس کا ذمہ دار ہوگا۔ یاد رہے اس قسم کی دیوار کو گرانے کے مطالبہ میں مسلمان اور ذمی برابر کا حق رکھتے ہیں، کیونکہ وہاں آمد و رفت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ اس سلسلے میں کوئی مرد یا عورت، آزاد یا مکاتب (غلام) جو قدم اٹھانے بھی آگے بڑھنے کا حق بجانب ہوگا۔ اور اس قسم کے معاملے کو سلطان اور حکمران کے پاس لے جانا بھی صحیح متصور ہوگا۔

---

[1] ورق ۲۲۵ ب

حة
حکم
فہ

قاضی کے فرائض و آداب اور عزل و نصب کے بارے میں

کتاب الامادۃ والسلسلۃ و القضاء میں مصنف نے قاضی کے فرائض و آداب اور عزل و نصب کے بارے میں بڑی دلچسپ اور تفصیلی بحث کی ہے۔ جس کی چند مثالیں سطورِ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:۔

باغی گروہ کا مقرر کردہ قاضی

فتاوٰی خانیہ کے حوالے سے مرقوم ہے:

الخوارج و اهل البغی اذا قلدوا رجلا من اهل البغی قضاء بلدة وغلبوا علیها لا تنفذ قضاءه۔ لان شهادتهم علی اهل العدل غیر مقبولة لانهم یستحلون دمائنا و اموالنا وان قلدوا رجلا من اهل العدل یصح تقلیدهم و نفذ قضاءه[1]

خوارج اور باغی گروہ کسی شہر پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد وہاں کے عہدۂ قضا پر کسی باغی کو متعین کر دیں تو اس کے فیصلے نافذ نہ گردانے جائیں گے۔ کیونکہ اہلِ عدل[2] لوگوں پر اُن کی شہادت قابلِ قبول نہیں ہے، اس لیے کہ انھوں نے ہمارا خون بہانا اور ہمارے اموال لوٹنا اپنے لیے حلال قرار دے رکھا ہے ——— (لہٰذا ظالم و قاتل باغی لوگ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں گے، ظاہر ہے وہ صحیح نہیں ہوگا اور اگر صحیح نہیں ہوگا تو شرعاً قابلِ نفاذ اور لائقِ قبول بھی نہ ہوگا) ہاں۔ البتہ اگر وہ اہلِ عدل و اصحابِ انصاف میں سے کسی کو قاضی مقرر کریں گے تو اس کا تقرر بھی صحیح ہوگا اور اس کے فیصلے بھی نافذ تصور کیے جائیں گے۔

کیا باغی گروہ کے غلبہ کی وجہ سے اصل قاضی معزول ہو جاتا ہے؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی باغی گروہ کسی وجہ سے پورے ملک یا ملک کے کسی

---

[1] ورق ۲۳۲ ب، ۲۳۳ الف

[2] یاد رہے یہاں "اہل العدل" سے مراد معتزلہ نہیں، بلکہ صحیح العقیدہ اور انصاف پرور لوگ مراد ہیں۔

حقہ پر غلبہ اور تسلط حاصل کرلے تو کیا اس سے پہلا قاضی، جو درحقیقت انصاف پرور اور ملک کے اصل حکمران طبقہ کی طرف سے مقرر ہے معزول ہوجاتا ہے؟ اور باغیوں کی طرف سے قاضی کا تقرر صحیح ہے؟ فصول کے حوالے سے مصنف فرماتے ہیں:-

التقليد من اهل البغي يصح وبمجرد استيلاء الباغي لا ينعزل قضاة العدل ويصح عزل الباغي لهم حتى لو انهزم الباغي بعد ذلك لا ينفذ قضاياهم بعد ذلك ما لم يقلدهم السلطان العادل ثانيا لان الباغي صار سلطانا بالقهر والغلبة[1]

باغیوں کی طرف سے قاضی کا تقرر صحیح ہے لیکن محض باغی کے استیلاء وتسلط کی وجہ سے نمائندہ حکمران کے قاضی معزول نہیں ہوسکتے۔ ہاں اگر باغی حکمران انہیں معزول کردے تو اس کا یہ اقدام صحیح سمجھا جائے گا۔ پھر اگر باغی گروہ ہزیمت کھا کر بھاگ جائے تو قاضیوں کے فیصلے اس وقت تک نافذ العمل نہ ہوں گے جب تک سلطانِ عادل انہیں دوسری دفعہ یہ منصب عطا نہ کرے، اس لیے کہ باغی قہر اور جبر و تغلب کی بنا پر سلطان وحکمران بن بیٹھا تھا۔

اس کی مزید وضاحت ذیل کی سطور میں کی گئی ہے:-

اهل البغي اذا غلبوا على بلاد اهل العدل فان القضاة على حالهم ما لم يعزلهم الباغي، واذا عزلهم الباغي خرجوا عن القضاة، حتى لو انهزم الباغي بعد ذلك لا ينفذ قضاياهم ما لم يقلدهم السلطان العادل ثانياً لان الباغي صار سلطانا بحكم القهر والغلبة[2]

جب باغی گروہ عدل پرور لوگوں کے شہروں پر غلبہ حاصل کرلے تو قاضی اس وقت تک بحال رہیں گے، جب تک کہ انہیں باغی معزول نہیں کر دیتے۔ جب باغی انہیں معزول کردیں گے تو وہ قانوناً منصبِ قضا سے الگ ہوجائیں گے۔ بعد ازاں اگر

---

[1] ورق ۲۳۳ الف

[2] ایضاً

باغی بھاگ جائیں تو قاضی اس وقت تک کوئی فیصلہ صادر نہیں کر سکتے جب تک کہ سلطانِ عادل انھیں دوبارہ اپنے عہدوں پر بحال نہ کر دے۔

قاضی کے چند اوصاف

"باب فی تقلید القضاء و التحرز عنہ و من یلی القضاء من لایلیہ" میں مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ قاضی کا کن اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ مصنف فرماتے ہیں: قاضی وہ شخص ہو سکتا ہے جو عقل مند ہو، دیندار ہو، صاحبِ عفت ہو، باصلاحیت ہو، عالم ہو، معرفتِ سنت و آثار رکھتا ہو، فہم و فراست کا حامل ہو، سابق قضاۃ کے فیصلوں سے باخبر ہو، مجتہد ہو اور فقیہ ہو۔[1]

وہ باتیں جو قاضی میں نہیں ہونی چاہئیں

قاضی کو اپنے ذہن و فکر کی خاص طور سے تربیت کرنی چاہیے۔ اس میں مندرجہ ذیل عیوب نہیں ہونے چاہئیں۔

وہ سخت مزاج نہ ہو، متشدد نہ ہو، غیظ و غضب سے مبرا ہو۔ دل میں کینہ و بغض نہ رکھتا ہو، گالی گلوچ نہ کرتا ہو، فاسق و فاجر نہ ہو، راشی نہ ہو اور برائیوں کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔[2]

کتاب کی یہ بحث بڑے اہم معلومات پر مشتمل ہے اور اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ قاضی کو کس انداز کی زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اپنے فرائض کس اسلوب سے انجام دینے چاہئیں اور کرسیِ عدالت پر کس طرح متمکن ہونا چاہیے۔

فتاویٰ ابراہیم شاہی کے یہ چند مباحث ہیں جو بطور مثال کے درج کیے گئے ہیں۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ پوری کتاب فقہی معلومات کا خزانہ ہے۔ اس کی مکمل فہرست مضامین آغازِ مضمون میں نقل کر دی گئی ہے تاکہ کوئی صاحب کسی خاص موضوع سے متعلق دلچسپی رکھتے ہوں تو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکیں اور براہِ راست اس کے مندرجات سے مستفید ہو سکیں۔

یہ فتاویٰ بجا طور پر ان علمی ذخائر میں سے ہے جو برصغیر پاک و ہند کے علمائے دین کی ناقابل فراموش یادگار ہیں اور جن میں انھوں نے اپنے فقہی معلومات کا عطر نچوڑ کر آنے والی نسلوں اور

---

[1] ورق ۲۳۴ الف

[2] ایضاً

اصحاب علم کے لیے خاص ترتیب اور عمدہ سلیقے سے صفحاتِ قرطاس پر منتقش کر دیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے، اس دور کے فقہائے عظام کے علاوہ، اصحابِ حکومت اور اس ملک کے اربابِ بست و کشاد فقہی مسائل سے کس درجہ گہری دلچسپی رکھتے تھے پیش آئند مشکل امور کی عقدہ کشائی میں کتنے کوشاں رہتے تھے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی سعی میں علمائے دین کی کتنی شدید ضرورت محسوس کرتے تھے۔ وہ قدم قدم پر علما کے محتاج تھے اور انہی کی رہنمائی میں معاملات و مسائل کی زلفِ گرہ گیر کو سلجھاتے تھے۔ اس لحاظ سے کہنا چاہیے، یہ فتاویٰ ہماری گزری ہوئی تہذیب کی ایک بہترین یادگار ہے اور ہمارے دورِ ماضی کا ایک مثالی نقش۔!

عقلیاتِ ابن تیمیہ

از مولانا محمد حنیف ندوی

غزالی کے بعد علامہ ابن تیمیہ دوسرے شخص ہیں جنھوں نے اسلام کے نظامِ حیات کا اس وقت نظر سے جائزہ لیا ہے اور بتایا ہے کہ تفسیر، حدیث، تصوف اور فقہ و اصول کی تشریح میں ہمیں کن پیمانوں سے کام لینا چاہیے۔ علامہ کی پوری زندگی الحاد و زندقہ کے خلاف جہاد میں بسر ہوئی، چنانچہ انھوں نے جس کامیابی و ہنرمندی کے ساتھ کتاب و سنت کے رُخِ زیبا کو نکھارا ہے، بدعات کی پُرزور تردید کی ہے اور اسلام کے چہرۂ روشن سے یونانیت اور عجمیت کے دبیز نقابوں کو ہٹایا ہے یہ انھی کا حصہ ہے ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے زمانے کے "عقلیات" کو بہ کمالِ ژرف نگاہی، کھنگالا ہے اور تنقید و احتساب کے بعد ثابت کیا ہے کہ ان کے مقابلہ میں اسلام کا عقلی موقف کہیں زیادہ صحیح، استوار اور متوازن ہے۔ اس کتاب کا موضوع ان کی یہی گراں قدر تنقیدات ہیں۔

صفحات : ۳۵۹ قیمت : -/۹ روپے ، اخباری کاغذ : -/۶

ملنے کا پتہ : ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور